فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مفتی احسان اللہ شائق صاحب

جمعۃ المبارک 21 رجب المرجب 1445 02 فروری 2024

شمارہ 235

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- خالی مکان پر زکوۃ کا حکم
- فرض کی تیسری رکعت میں سورت ملانا
- ادھار دی ہوئی رقم واپس نہ ملنے پر سامان اٹھانے کا حکم
- بغیر وضو مسنون دعا پڑھنا
- نیوتہ (دعوت ولیمہ پر پیسے) لینے کا شرعی حکم

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی، C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

خالی مکان پر زکوۃ کا حکم

سوال: ایک بندہ کے پاس ایک خالی مکان ہے۔ کسی کو کرائے پر بھی نہیں دیا۔ اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اس بندہ نے خالی مکان اگر اپنی رہائش کی نیت سے خریدا تھا تو اس کی مالیت پر کسی قسم کی کوئی زکاۃ واجب نہیں ہوگی، اسی طرح خریدتے وقت کوئی نیت نہیں تھی یا کرایہ پر دینے کی نیت تھی تو بھی مکان کی مالیت پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔ البتہ اگر اس نے خریدتے وقت تجارت (نفع پر بیچنے) کی نیت تھی اور اب تک یہی نیت ہے، رہائش یا کرائے پر دینے کی نیت نہیں کی تو مکان کی کل مالیت پر زکاۃ ہوگی۔

(ولا في ثياب البدن)....(وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) وكذا الكتب وإن لم تكن لأهلها إذا لم تنو للتجارة.....(وشرطه) أي شرط افتراض أدائها (حولان الحول).....(أو نية التجارة) في العروض، إما صريحا ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة كما سيجيء، أو دلالة بأن يشتري عينا بعرض التجارة أو يؤاجر داره التي للتجارة بعرض- (الدر المختار، كتاب الزكوة، ج:۳، ص:۲۱۷)

«أما العقار الذي يسكنه صاحبه أو يكون مقراً لعمله كمحل للتجارة و مكان للصناعة فلا زكاة فيه». (الفقه الاسلامی و ادلته، كتاب الزكوة، معني عروض التجارة، ج:۲، ص:۷۸۷)

ولو آجر عبده أو داره بنصاب إن لم يكونا للتجارة لا تجب ما لم يحل الحول بعد القبض في قوله، وإن كان للتجارة كان حكمه كالقوي؛ لأن أجرة مال التجارة كثمن مال التجارة في صحيح الرواية اهـ» الكتاب الاسلامى) (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الزكوة، ج:۲ ص:۲۲٤)

فرض کی تیسری رکعت میں سورت ملانا

سوال: گر کسی نے جان بوجھ کر فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائی تو اس کا کیا حکم ہے۔
بعض حضرات مستقل فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ اخلاص ملاتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہِ تنزیہی ہے، اس کی مستقل عادت بنانے میں کراہت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔ البتہ نماز ہوجائے گی اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں۔

(قوله وهل يكره) أي ضم السورة (قوله المختار لا) أي لا يكره تحريما بل تنزيها لأنه خلاف السنة. (الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

ويقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب وحدها « لحديث أبي قتادة رضي الله عنه أن النبي عليه الصلاة والسلام قرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب وهذا بيان الأفضل هو الصحيح. (الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

لأن ترك السنة لا يفسد الصلاة ولكن يوجب الكراهة. (بدائع الصنائع، فى ترتيب الشرائع، كتاب الصلاة، فصل فى بيان حكم الاستخلاف)

حكم السنة أن يندب إلى تحصيلها ويلام على تركها مع لحوق إثم يسير اهـ.---وظاهره حصول الإثم بالترك مرة، ويخالفه ما في شرح التحرير أن المراد الترك بلا عذر على سبيل الإصرار، وكذا ما يأتي قريبا عن الخلاصة، وكذا ما مر من سنن الوضوء من أنه لو اكتفى بالغسل مرة، إن اعتاده أثم وإلا لا،---(الدر المختار وحاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)۔

ادھار دی ہوئی رقم واپس نہ ملنے پر سامان اٹھانے کا حکم

سوال: اگر کسی دوکاندار نے کسی سے اپنی دکان کے لیے ادھار پر مال لیا اور جن صاحب نے لیا تھا ان کو پنجاب جانا ہوگیا، ان کی جگہ پر ان کے بھائی دکان پر ہیں۔ پھر جن صاحب نے ادھار پر سامان دیا تھا، وہ دکان پر رکھا سامان اٹھا کر لے گئے کہ جب رقم ملے گی تو سامان ملے گا اور یہ وہ سامان نہیں تھا جو ادھار پر لیا گیا تھا، بلکہ اس کے علاوہ تھا۔ تو کیا شریعت

اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اگر ادھار کی رقم نہیں مل رہی تو گھر کا سامان بغیر پوچھے زبردستی لے لیا جا؟ رہنمائی فرمادیں۔

جواب: واضح رہے کہ اگر ادھار پر سامان دینے والے نے قیمت کی واپسی کے لیے کوئی وقت مقرر کیا ہو، تو مقروض کے لیے ضروری ہے کہ وہ سامان کی قیمت مقررہ وقت پر واپس کرنے کو یقینی بنائے، البتہ مقررہ وقت میں ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود ٹامٹول کرنا ظلم ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: أبا هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مطل الغني ظلم. (صحيح البخاري: كتاب في الاستقراض، باب مطل الغني ظلم) ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مالدار آدمی کا (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ تاہم اگر ادھار پر سامان لینے والا دکان دار مقررہ وقت پر سامان کی قیمت ادا نہ کر سکا، تو قرض خواہ کے لیے مالک کی اجازت کے بغیر دکان سے اپنا ادھار پر دیا ہوا سامان اٹھانے کی گنجائش ہے، البتہ اپنے سامان کے علاوہ کوئی دوسرا سامان اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہو گا۔

ولكنا نقول محل الدين الذمة، ولا تعلق له بالمال خصوصا في حال صحة المديون حتى يملك التصرف في ماله كيف شاء ببدل وبغير بدل، وإنما تعلق الدين بالمال من حيث إن قضاء الدين يكون به، فأما قبل القضاء فلا حق لصاحب الدين في مال المديون إلا أنه إذا كان الدين من جنس ما أخذه كان فعله استيفاء، ولصاحب الدين أن يستوفي جنس حقه إذا ظفر به فلا يلزمه القطع لذلك، فأما إذا كان من خلاف جنس حقه ففعله ليس باستيفاء، ولكنه سرقة موجبة للحد عليه فإن قال: إنما أردت أن آخذه رهنا بحقي أو قضاء لحقي درئ عنه الحد لشبهة اختلاف العلماء رحمهم الله تعالى فإن ابن أبي ليلى - رحمه الله - كان يقول، وإن ظفر بخلاف جنس حقه كان له أخذه لوجود المجانسة باعتبار صفة المالية، ومن العلماء من يقول يأخذه رهنا بحقه والاختلاف المعتبر يمكن شبهة، وهذا؛ لأن فعله كان في موضع الاجتهاد لا ينفك عن شبهة۔ (المبسوط للسرخسي: كتاب السرقة، للسارق دين على المسروق منه)

وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع إذا كان البيع باتا ... قال أصحابنا رحمهم الله تعالى للبائع حق حبس المبيع لاستيفاء الثمن إذا كان حالا كذا في المحيط وإن كان مؤجلا فليس للبائع أن يحبس المبيع قبل حلول الأجل ولا بعده كذا في المبسوط. (الفتاوى الهندية: كتاب البيوع، الباب الرابع في حبس المبيع بالثمن، الفصل الأول في حبس المبيع بالثمن)

بخلاف قول من يقول من الفقهاء: إن لصاحب الحق إذا ظفر، بخلاف جنس حقه أن يأخذه؛ لأنه قول لم يقل به أحد من السلف فلا يعتبر (بدائع الصنائع: كتاب الهبة، فصل في شرائط كون المرهون مضمونا)

بغیر وضو مسنون دعا پڑھنا

سوال: میں آفس میں کام کرتا ہوں، مصروفیت کی وجہ سے اکثر اوقات وضو نہیں ہوتا، کیا اس حالت میں مسنون دعاؤں کی کتاب پڑھ سکتا ہوں؟ شریعت کی روشنی میں جواب فرما دیجیے،

جواب: اصول یہ کہ قرآن پاک کی آیات کے علاوہ دینی کتب، ذکر واذکار اور مسنون دعاؤں کی کتاب کو بلا وضو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے، البتہ جس جگہ قرآنی آیات لکھی ہوں اس پر ہاتھ نہ لگایا جائے، صرف تلاوت کر لی جائے، لہٰذا صورت مسؤلہ میں مسنون دعاؤں کی کتاب بلا وضو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ باوضو ہو کر ہاتھ لگایا جائے۔

(قوله: لا الكتب الشرعية) قال في الخلاصة: ويكره مس المصحف كما يكره للجنب، وكذلك كتب الأحاديث والفقه عندهما، والأصح أنه لايكره عنده هـ. قال في شرح المنية: وجه قوله: إنه لايسمى ماساً للقرآن؛ لأن ما فيها منه بمنزلة التابع. ومشى في الفتح على الكراهة، فقال: قالوا: يكره مس كتب التفسير والفقه والسنن؛ لأنها لا تخلو عن آيات القرآن، وهذا التعليل يمنع من شروح النحو اهـ.

(قوله:لكن في الأشباه الخ) استدراك على قوله: التفسير كمصحف، فإن ما في الأشباه صريح في جواز مس التفسير، فهو كسائر الكتب الشرعية، بل ظاهره أنه قول أصحابنا جميعاً وقد صرح بجوازه أيضاً في شرح درر البحار.

وفي السراج عن الإيضاح: أن كتب التفسير لايجوز مس موضع

القرآن، وله أن يمس غيره، وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شيء من القرآن، بخلاف المصحف؛ فإن الكل فيه تبع للقرآن ا ه۔(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطهارة، سنن الغسل)

نیوتہ (دعوت ولیمہ پر پیسے) لینے کا شرعی حکم

سوال: ولیمہ کی دعوت پر نیوتہ لیا جاتا ہے کیا یہ نیوتہ لینا شرعاً جائز ہے؟ اور اس سے کس طرح خلاصی ممکن ہے، جن لوگوں سے نیوتہ لیا ہے ان کو کس طرح واپس کیا جائے؟

جواب: شادی کی تقریب میں دولہا، دلہن کو بطور تحفہ یا ہدیہ کوئی چیز یا نقد رقم دینا، جس میں کسی قسم کی زبردستی اور واپس لینے کی نیت نہ ہو، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ جہاں شادی کی تقریب میں بطور رسم (نیوتہ) کے رقم کا لین دین ہو تو اس میں درج ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

۱: رقم کے لین دین کا باقاعدہ حساب رکھ کر رقم دینے والے کے ہاں شادی کی تقریب میں دی ہوئی رقم کے برابر، یا اس سے بڑھا کر دیا جانا لازم سمجھا جاتا ہے، تو اس رقم کی حیثیت قرض کی ہوئی اور قرض پر اضافہ لینا بوجہ سود کے ناجائز ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: (وما آتيتم من ربا ليربوا في أموال الناس فلا يربوا عند الله)۔(الروم، الاية: ٣٩)

ترجمہ: اور یہ جو تم سود دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے۔ مفسرین نے نیوتہ کے لین دین کو بھی اس آیت کا مصداق ٹھہراتے ہوئے ناجائز قرار دیا ہے، پھر اس قرض کی واپسی میں دوسرے کے ہاں تقریب ہونے کا انتظار رہتا ہے اور بعض اوقات لینے والے کی موت کی صورت میں یہ قرض ادائیگی کے بغیر رہ جاتا ہے۔

۲: نیوتہ کی رقم نہ دینے والے کو برادری میں معیوب سمجھا جاتا ہے تو ایسے لوگ مجبوراً رقم دیتے ہیں تا کہ لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچا جا سکے اور شریعت میں کسی کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں۔

۳: اس رقم کے لین دین میں دکھاوا اور نام ونمود ہوتا ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

لہذا اس قبیح رسم کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور خوش دلی سے ہدیہ تحفہ دینے کے رواج کو عام کیا جائے جس میں نہ بدلے کی امید ہو اور نہ ہی نہ ملنے پر شکایت ہو، خاص شادی کے موقع پر دینے کو ضروری نہ سمجھا جائے، پہلے یا بعد جب چاہے اپنی خوشی سے ہدیہ دیدے اور جن لوگوں سے نیوتہ لیا ہے ان کو رقم کی واپسی اس رسم کی صورت میں نہ کرے، بلکہ صلہ رحمی اور اخوت ومحبت کے جذبے سے اسے لازم سمجھے بغیر تقریبات کے موقع کے علاوہ کسی وقت دیدے۔

الهدايا التي تأتي في الختان أو الزفاف تكون لمن تأتي باسمه من المختون أو العروس أو الوالد والوالدة وإن لم يذكر أنها وردت لمن ولم يمكن السؤال والتحقيق فعلى ذلك يراعى عرف البلدة وعادتها...إن الأشياء التي ترسل في حفلات كهذه إذا كانت تدفع عرفا وعادة على وجه البدل فيلزم القابض مثلها إذا كانت من المثليات وقيمتها إذا كانت من القيميات وإذا كان لا يرسل بمقتضى العرف والعادة على وجه البدل بل ترسل على طريق الهبة والتبرع فحكمها كحكم الهبة ولا رجوع بعد الهلاك والاستهلاك والأصل في هذا الباب هو أن المعروف عرفا كالمشروط شرطا. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام، ٢/ ٤٨١)

وفي الفتاوى الخيرية سئل فيما يرسله الشخص إلى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا؟ أجاب: إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به مثليا فبمثله، وإن قيميا فبقيمته وإن كان العرف خلاف ذلك بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة، ولا ينظرون في ذلك إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاك أو الاستهلاك، والأصل فيه أن المعروف عرفا كالمشروط شرطا اهـ.قلت: والعرف في بلادنا مشترك نعم في بعض القرى يعدونه فرضا حتى إنهم في كل وليمة يحضرون الخطيب يكتب لهم ما يهدى فإذا جعل المهدي وليمة يراجع المهدى الدفتر فيهدي الأول إلى الثاني مثل ما أهدى إليه.(الدر المختار وحاشية ابن عابدين، ٥/ ٦٩٦)

ختم شد